باب
پنجم

حدیث وسنت

تدریسی مقاصد

اس سبق کے پڑھنے کے بعد طلبہ / طالبات اس قابل ہو جائیں گے کہ:
وہ حدیث کی حفاظت کے اہتمام سے آگاہ ہو سکیں اور علوم حدیث کی ضروری اصطلاحات، مشہور کتب حدیث کی اہمیت وافادیت اور اصول حدیث کے اساسی قوانین سے باخبر ہو سکیں تاکہ مجوزہ احادیث کا بااعتماد ترجمہ اور ضروری تشریح کر سکیں۔

1. جمع وتدوینِ حدیث

قرآن الفاظ ومعانی دونوں کے مجموعے کا نام ہے اور حدیثِ نبوی قرآنی الفاظ کے معانی کا ہی نام ہے۔ قرآن کے معانی کی حفاظت کے بغیر الفاظِ قرآنی کی حفاظت بے معنی ہے۔ اسلیے جب ہمیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ خبر دی جاتی ہے کہ قرآن کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ قرآنی الفاظ اپنے معانی سمیت اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں یعنی قرآن مجید، احادیثِ نبوی سمیت اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔ حدیث کی تدوین کا معاملہ قرآن کی جمع وتدوین کے معاملے سے بہت ہی مشابہت رکھتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور پر نظر کرنے والا یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ قرآن پہلے محفوظ نہیں تھا یا پھر ان کے زمانے میں محفوظ ہوا۔ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو الفاظ جمعِ قرآن کے متعلق تھے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو الفاظ حدیث کی جمع کے متعلق کہے تھے اگر ان دونوں کو پاس پاس رکھیں تو بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں جگہ حفاظت و کتابت اور تدوین کے انتظامات کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی جب ان کی حفاظت کو خطرہ پیدا ہوا۔ ورنہ قرآن اور حدیث ابتدائی دور میں اہلِ اسلام کی زندگی کا اس طرح جزو بنے ہوئے تھے کہ ان کی حفاظت کے لیے انہیں کسی اہتمام کی ضرورت نہ تھی۔ جب جنگ یمامہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک بڑی تعداد شہید ہو جانے کی وجہ سے قرآن کی حفاظت میں خلل پڑنے کا خطرہ محسوس ہونے لگا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ یہ تھے۔

''جنگِ یمامہ میں حفاظ کرام جس طرح شہید ہوئے ہیں۔ خدانہ کرے اگر کہیں آئندہ اسی طرح حفاظ قتل ہوتے رہے تو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں قرآن مجید کا بہت سا حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ اس لیے قرآن مجید جمع کرنے کا سرکاری طور پر انتظام کیجئے۔''

اسی طرح حفاظتِ حدیث کے سلسلے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ فرمان لکھا کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی احادیث تلاش کر کے لکھ لو کیونکہ مجھے آئندہ علم کم ہو جانے اور علماء کے اٹھ جانے کا اندیشہ لگا رہتا ہے''۔

آپ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ الفاظ تقریباً نوے سال بعد کے ان الفاظ کے پہلو بہ پہلو رکھیئے۔ وہاں بھی الٰہی حفاظت کے وعدہ نے حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارادہ میں تحریک پیدا کی تھی اور یہاں بھی وہی وعدہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس کام کا سبب بنا۔

جمع وتدوینِ حدیث سے مراد ہے ''ذخیرہ احادیث کو اکٹھا کرنا اور کتابی شکل دینا''۔ اس کو ہم سہولت کے لیے چار ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

عہدِ نبوی میں کتابت وتدوینِ حدیث:

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اپنے ارشادات واعمال کی حفاظت خاص طور پر ملحوظ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کئی موقعوں پر تلقین فرمائی کہ جو حاضر ہیں وہ یہ علمِ دین ان تک پہنچائیں جو غیر حاضر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ایک مرتبہ دعا فرمائی ''اللہ تعالیٰ اس بندے کا چہرہ بارونق رکھے جس نے میری بات سن کر یاد رکھی پھر اسے دوسروں تک پہنچایا۔'' تابعین نے تبع تابعین تک حتّٰی کہ یہ ذخیرہ ہم تک پہنچایا۔

عہدِ نبوی میں حفاظتِ حدیث کے دو طریقے تھے، ایک حافظہ اور دوسرا کتابت۔ عرب کے لوگوں کا حافظہ بہت اچھا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے زمانے میں حفاظتِ حدیث کی صورت یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ہر ارشاد سن کر یاد رکھنا یا سننے والوں سے پوچھ کر یاد رکھنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ہر فعل اور نمونے کو دیکھنا اور نمونے کے مطابق عمل کرنا اور دوسروں تک پہنچانا۔ یہی حدیث کی حفاظت کا فطری طریقہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی حدیثیں اکثر وبیشتر زبانی یاد رکھی جاتی تھیں کتابت کا رواج بہت کم تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کتابت کا رواج عام کر دیا۔ ابتدائے نزولِ قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے حکم دیا کہ قرآن مجید کے ساتھ کوئی اور چیز کتابت میں شامل نہ کی جائے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں قرآن اور غیر قرآن کا شعور پیدا ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے

کتابتِ حدیث کی اجازت دے دی۔ چنانچہ عہدِ رسالت میں کتابتِ حدیث کی داغ بیل پڑ گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے بعض احادیث خود لکھوا کر بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیں اور بعض صحابہ نے اپنے ذاتی استعمال اور یادداشت کے لیے حدیثیں لکھیں۔

- ★ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مختصر سا رسالہ لکھ کر دیا اس میں ذمیوں کے احکام وغیرہ تھے۔
- ★ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو صدقات وغیرہ کے متعلق احکام لکھوا کر دیے تھے۔
- ★ فتحِ مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا۔ ابوشاہ یمنی کی درخواست پر آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے انہیں مکمل لکھوا کر حوالہ کیا۔

اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کئی تاریخی دستاویزات لکھوائیں جن کا ذکر کتبِ حدیث میں موجود ہے مثلاً

- ★ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے صلح حدیبیہ کی شرائط لکھوا کر سہیل بن عمرو کو دی تھیں اور ایک نقل اپنے پاس رکھی تھی۔
- ★ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کو خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت دی۔ اس کو حدیث کی کتابوں میں روایت کیا گیا اور جب ان میں سے کئی خطوط دستیاب ہوئے تو اصل اور نقل میں ذرہ برابر فرق نہ پایا گیا۔

خلاصہ یہ کہ اس قسم کی سینکڑوں روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث کا بڑا سرمایہ خود عہدِ نبوی میں جمع ہو چکا تھا۔

عہدِ خلفائے راشدین میں کتابت وتدوینِ حدیث:

جمع وتدوینِ حدیث کا دوسرا دور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذاتی مجموعے سے شروع ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے درس وتدریس کے ذریعے اور حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی عملی زندگی کی پیروی کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے علم کو دور دور تک پہنچایا۔ بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حدیثِ نبوی کو اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے تھے اور ان میں سے کئی حضرات حدیثوں کو لکھ بھی لیتے تھے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی سیرت اور اقوال وافعال کی حفاظت کا اہتمام جس انداز سے کیا اس کے صرف چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

- ★ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اپنا لکھا ہوا ایک مجموعہ احادیث تھا جس میں پانچ سو احادیث لکھی ہوئیں تھیں۔
- ★ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی روایات لکھ لیا کرتے تھے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی تلوار کی میان میں احادیث کا ایک مجموعہ تھا جسے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی درخواست پر لکھ کر دکھایا۔
- ★ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کو ان کے ایک شاگرد ہمام بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمع کیا تھا۔ یہ مجموعہ صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے چھپ چکا ہے۔
- ★ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اجازت سے آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تمام احادیث لکھ لیا کرتے تھے۔ انہوں نے اس مجموعہ احادیث کا نام "صحیفہ صادقہ" رکھا ہوا تھا۔ مجاہد تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے دیکھا اور ان کے پوتے عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس موجود رہا۔
- ★ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک مجموعہ احادیث موجود تھا۔

ان چند تحریروں کے علاوہ اور بہت سے نوشتوں کا ثبوت ملتا ہے مگر یہ فصلوں اور بابوں میں منقسم نہ تھے جس سے بعض لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ احادیث کی تدوین صدیوں بعد ہوئی۔

عہدِ تابعین اور تبع تابعین میں کتابت وتدوینِ حدیث:

جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس دنیا سے رخصت ہوتے جا رہے تھے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو دیکھنے والے اور اپنے کانوں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی باتیں سننے والے ختم ہو رہے تھے تو ضرورت محسوس ہوئی کہ ان مشاہدات اور سنی ہوئی باتوں کو تحریری شکل میں لایا جائے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عہد میں سرکاری طور پر حدیث کو باقاعدہ طور پر تحریری شکل میں محفوظ کرانے کی ابتداء ہوئی۔ تابعی وہ بزرگ کہلائے جنہیں اسلام کی حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملاقات اور صحبت نصیب ہوئی۔ تابعین حضرات نے اپنے شاگردوں کا جو مقدس گروہ چھوڑا اسے تبع تابعین کہا جاتا ہے۔ احادیث کے سیکھنے سکھانے کے سلسلے میں تابعین کی محبت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں کی تعداد آٹھ سو تک پہنچتی ہے۔ شہرِ مدینہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث پڑھنے والوں کی تعداد ۳۵۵ تھی۔ تابعین میں حدیث لکھنے کا رواج عام ہو گیا تھا۔ یہ لوگ ایک ایک صحابیؓ کے گھر جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی باتیں معلوم کرتے اور

CS CamScanner

لکھتے جاتے۔ بس یہی ان کا مقصدِ حیات اور شب و روز کا مشغلہ تھا۔ اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تدوینِ حدیث کی تحریک کی۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی لکھوائی ہوئی حدیث کی کتاب ''الصدقۃ'' نقل کرا کے تمام علاقوں میں بھیج دی۔ ان کے حکم سے امام ابنِ شہاب زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ایک ایک بات کو لکھا۔ انہوں نے اس قدر احادیث جمع کی تھیں کہ اس ذخیرے کو کئی اونٹوں پر لاد کر لائبریری سے لایا گیا۔ متفرق تحریروں اور مسوّدات کو دوسری صدی کے نصف تک کتاب کی شکل دے دی گئی۔ اس دور میں امام مالک بن انس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام بہت ہی نمایاں ہے۔ ان کا مشہور مجموعہ احادیث ''المؤطا'' اسی دور سے تعلق رکھتا ہے۔ اس دور میں حدیث کے ساتھ سند لکھنا شروع کیا گیا یعنی ہر حدیث کے ساتھ یہ بھی لکھا جاتا تھا کہ یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے جس نے سنی اور اس نے آگے کس کس سے بیان کی۔ اس کے بعد تدوینِ حدیث عام ہوگئی اس عہد میں حدیث کا علم ایک فن بن گیا۔

2. مشہور کتبِ حدیث اور ان کے مصنفین کا تعارف

تدوین حدیث۔ اولین مجموعے

تیسری صدی کے مشہور اور عظیم علماء حدیث نے بڑی چھان بین، تحقیق اور محنت کے بعد حدیثِ نبوی کی کتب تالیف کیں جن میں مستند ترین اور ''متواتر'' احادیث شامل کی گئی تھیں۔ اتنی صدیاں گزر جانے کے بعد آج کے دور میں بھی ان کی اہمیت مسلّم ہے۔

ان کے بعد حدیث کی جتنی بھی کتب تالیف ہوئیں، ان کی بنیاد یہی چھ کتب ہیں، جن کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری	۲۔ صحیح مسلم	۳۔ جامع ترمذی
۴۔ سنن ابی داوٗد	۵۔ سنن نسائی	۶۔ سنن ابنِ ماجہ

ان میں سے تین کتب صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی ''جامع'' کہلاتی ہیں۔ جو عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق وغیرہ کے عنوانات پر حاوی ہیں۔ بقیہ تین تالیفات یعنی سنن ابوداوٗد، سنن نسائی، اور سنن ابنِ ماجہ ''سنن'' کہلاتی ہیں اور وہ صرف معاملات یعنی عملی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں۔

ذیل میں صحاحِ ستہ اور دیگر اہم کتب حدیث کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ صحیح بخاری

صحیح بخاری حدیثِ نبوی کی سب سے مستند کتاب مانی جاتی ہے۔ اس کتاب کا پورا نام ''الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللّٰہ و سننہ و ایامہ'' ہے۔ اس کتاب میں تقریباً 7572 احادیثِ نبوی شامل کی گئی ہیں۔ روئے زمین پر صحیح بخاری کو قرآن مجید کے بعد مستند ترین کتاب مانا جاتا ہے۔ مختلف علماء کرام نے صحیح بخاری کی تشریحات لکھی ہیں جنہیں ''شروح'' کہتے ہیں۔ ان کی تعداد 53 سے زائد ہے۔

مؤلف:

اس کتابِ حدیث کے مؤلف کا نام امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔ آپؒ 192 ہجری بمطابق 810 عیسوی کو بخارا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے حدیث کا علم 205 ہجری میں حاصل کرنا شروع کیا۔ علمِ حدیث حاصل کرنے کے لیے آپ نے بہت سے دور دراز کے ممالک کا سفر کیا۔ 12 سال مختلف ممالک میں علمِ حدیث حاصل کرنے کے بعد آپ وطن واپس آ گئے اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوگئے۔ آپ نے 256 ہجری بمطابق 870 عیسوی کو ثمرقند میں وفات پائی۔

۲۔ صحیح مسلم

یہ مجموعہ احادیث امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف ہے۔ قرآن مجید اور صحیح بخاری کے بعد صحیح مسلم دنیا کی سب سے مستند ترین کتاب مانی جاتی ہے۔ اس کتاب میں تقریباً 4000 احادیثِ نبوی شامل کی گئی ہیں جنہیں امام مسلم نے بڑی محنت اور تحقیق و تنقید کے بعد شامل کیا ہے۔

مؤلف:

امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیشاپور، ایران میں 206 ہجری بمطابق 821 عیسوی کو پیدا ہوئے۔ صحیح مسلم میں شامل کرنے کے لیے آپ نے تین لاکھ احادیث میں سے مستند ترین احادیث منتخب کیں۔ آپ 261 ہجری بمطابق 875 عیسوی کو نیشاپور میں ہی فوت ہوئے۔

بخاری و مسلم کا پایہ فنِ حدیث میں اس قدر بلند ہے کہ حدیث کے سلسلے میں جہاں شیخین کا ذکر آئے وہاں یہی دو امام مراد ہوتے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کو ''صحیحین'' کہا جاتا ہے۔ جو حدیث بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہو اسے ''متفق علیہ'' کہتے ہیں۔

CS CamScanner

۳۔ جامع ترمذی

اس کتاب کو امام ابو عیسیٰ محمد ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تالیف کیا۔ جامع ترمذی ان کی مشہور اور مقبول تصنیف ہے جو اپنی جامعیت، صحت، تحقیق اور تنقید کے اعتبار سے بہت مشہور ہے۔ خود امام صاحب کا خیال تھا کہ جس گھر میں یہ کتاب ہو گویا خود اس گھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں جو تکلم فرماتے ہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں دو حدیثوں کے علاوہ کوئی حدیث ایسی نہیں جس پر امت میں کسی نہ کسی کا عمل نہ ہو۔ جامع ترمذی صرف حدیثوں کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ فقہ کی کتاب بھی ہے۔ اس کتاب میں حدیثوں کی تعداد صحیحین کے مقابلے میں کم ہے اگرچہ یہ کتاب اپنے حجم کے اعتبار سے مختصر ہے لیکن فوائد کے لحاظ سے بہت بڑی کتاب ہے۔ مجموعی فوائد کے لحاظ سے اس کتاب کو تمام کتابوں پر فوقیت دی گئی ہے۔ آئمہ حدیث کے نزدیک بخاری و مسلم کے بعد جامع ترمذی کا درجہ ہے۔ ترتیب اور تہذیب کے اعتبار سے کتاب بڑی مفید ہے۔ جامع ترمذی کئی اعتبار سے دوسری کتب حدیث پر سبقت رکھتی ہے۔ علمائے حدیث کے نزدیک اس کتاب کو بڑی مقبولیت حاصل ہے۔ مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ عربی زبان میں اس کتاب کی سولہ سے زائد شروح لکھی گئی ہیں۔

مؤلف:

امام ابو عیسیٰ محمد ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ترمذ (ترکستان) میں 209ھ میں پیدا ہوئے اور 279ھ میں وفات پائی۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے اونچے درجے کے محدث تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حافظ ضرب المثل تھا۔ آپ نے کئی کتابیں تالیف کیں۔

۵۔ سنن نسائی

اس کتاب کے مولف امام عبدالرحمٰن بن شعب نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ اس کتاب میں عبادات اور احکام کی احادیث شامل کی گئی ہیں۔

مؤلف:

امام عبدالرحمٰن بن شعب نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خراساں کے شہر نساء میں 215ھ میں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے نسائی مشہور ہوئے۔ امام نسائی نے 303ھ میں وفات پائی۔ پہلے امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بہت بڑی کتاب تصنیف کی۔ بعد میں اس کتاب سے صرف صحیح حدیثوں کو منتخب کر کے موجودہ سنن کی شکل دی۔ بعض آئمہ حدیث کے نزدیک نسائی علم حدیث کے ممتاز امام ہیں بعض دیگر محدثین امام نسائی کو حفظ حدیث میں امام مسلم سے بھی بڑا امام مانتے ہیں۔

۴۔ سنن ابی داؤد

اس کتاب کے مؤلف امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ اس کتاب میں علمی احکام سے متعلق روایات کو کچھ ایسی جامعیت اور خوبی کے ساتھ یکجا کر دیا گیا ہے کہ ہر دور میں یہ قیمتی کتاب قانونی مسائل کا بہترین ماخذ تسلیم کی گئی ہے۔ علمائے حدیث نے سنن ابی داؤد کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور علم دین میں اسے بہترین کتاب قرار دیا کیونکہ اس میں اصول علم، احکام فقہ اور سنتِ نبوی کا اہم جزو شامل ہے۔ اس کتاب میں 4800 احادیث درج ہیں۔ سنن ابی داؤد اپنے موضوع پر مکمل اور جامع کتاب ہے اس میں تفسیر بھی ہے اور تاریخ بھی اور فقہ و قانون اور جہاد و تبلیغ کا پیغام بھی۔ یہ کتاب اپنی جامعیت اور قیمتی معلومات کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

مؤلف:

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 202 ہجری بمطابق 820 عیسوی کو پیدا ہوئے۔ مختلف علماء سے علم حدیث حاصل کیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اپنا بیان ہے کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث نبوی جمع کیں اور ان میں سے 4800 صحیح حدیثیں منتخب کر کے اپنی اس کتاب میں درج کر دیں۔ آپ نے 275 ہجری بمطابق 888 عیسوی میں وفات پائی۔

۶۔ سنن ابنِ ماجہ

اس کتاب کو امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تالیف کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ اور معلومات مسلم ہیں۔ یہ کتاب چار ہزار حدیثوں پر مشتمل ہے۔ سنن ابن ماجہ کی ترتیب و تدوین میں دوسری کتب کے معیار کو مدنظر نہیں رکھا گیا ہے۔ اسی لیے کئی بزرگوں نے اسے صحاح ستہ میں شمار نہیں کیا۔ بعض علمائے حدیث نے اس کتاب کی جگہ موطا امام مالک کو اور بعض نے سنن دارمی کو صحاح ستہ میں شمار کیا ہے۔ اس کے باوجود اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

مؤلف:

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایران کے مشہور شہر قذوین میں 209ھ میں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے قزوینی کہلائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 273ھ میں وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف میں تفسیر قرآن، تاریخ اور سنن مشہور ہیں لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت کا دارومدار سنن پر ہے۔ ابن ماجہ بڑے معتبر محدثین میں سے تھے۔

CS CamScanner

۷۔الکافی:

مشہور شیعہ علماء کے مطابق الکافی شیعوں کی سب سے زیادہ معتبر کتاب ہے۔اس کے مؤلف کا نام محمد بن یعقوب الکلنی ہے جو شیعوں کے بہت معتبر عالم مانے جاتے ہیں۔الکافی اُن احادیث پر مبنی ایک کتاب ہے جو شیعوں کے ائمہ کرا کی طرف منسوب ہیں۔جیسے اہلِ سنّت اپنی حدیث کی کتاب ''صحیح بخاری'' کو اہمیت دیتے ہیں اتنی ہی شیعوں میں اس کتاب کی اہمیت ہے۔اہلِ سنت کے برعکس (جو البخاری کو صحیح بخاری کہتے ہیں) شیعہ الکافی کو صحیح الکافی نہیں کہتے۔

اس کتاب کے تین حصے ہیں: ★اصول الکافی ★فروع الکافی ★روضۃ الکافی

★ اصول الکافی:

یہ''الکافی'' کا پہلا حصہ ہے۔اس حصے میں مذہب کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔اس حصے کو آٹھ کتابوں میں تقسیم کیا گیا ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

★ فروع الکافی:

یہ''الکافی'' کا دوسرا حصہ ہے۔اس حصے میں مذہب کے قوانین بیان کیے گئے ہیں۔یہ شیعوں کے مستند ترین مجموعہ احادیث میں سے ایک ہے۔اس میں 11,156 احادیث مبارکہ شامل ہیں اور یہ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔

★ روضۃ الکافی:

یہ''الکافی'' کا تیسرا حصہ ہے۔ یہ حصہ مختلف مذہبی پہلوؤں پر مشتمل ہے اور اس حصے میں ائمہ کی کچھ تحاریر بھی شامل ہیں۔

۸۔تہذیب الاحکام:

اس کتاب کے مصنف کا نام شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن ہے، جن کو شیخ طوسی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔آپ ۳۸۵ھ میں پیدا ہوئے اور آپ کی وفات ۴۶۰ھ میں ہوئی۔آپ کو شیعہ مکتب فکر میں نمایاں مقام حاصل ہے۔

تہذیب الاحکام شیعہ مکتب فکر کی احادیث اور روایات پر مشتمل ہے۔اس میں زیادہ تر احادیث اور روایات اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہیں۔شیخ طوسیؒ نے تہذیب الاحکام ایک مشہور کتاب ''المقنعہ'' کی وضاحت اور تشریح میں لکھی۔المقنعہ شیخ طوسی کے محترم استاد اور پیشوا شیخ مفید کی تصنیف ہے۔

تہذیب الاحکام میں شامل کردہ احادیث اور روایات زیادہ تر مذہبی قوانین پر مشتمل ہیں۔شیعہ مکتب فکر کے فقیہہ اور مجتہد اس کتاب کو بطور حوالہ جات استعمال کرتے ہیں۔اس کتاب میں شامل کردہ احادیث اور روایات کے ذرائع مستند اور قابلِ بھروسہ خیال کیے جاتے ہیں۔

3. اصطلاحاتِ حدیث

۱۔ متواتر:

خبر یا حدیث متواتر وہ حدیث ہے، جس میں مندرجہ ذیل چار شرائط پائی جائیں:

★ راویوں کی تعداد کم از کم چار ہو اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔یعنی محدث سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہر طبقے میں اس کی اتنی سندیں ہوں کہ عادتاً اتنے لوگوں کا عمداً یا اتفاقاً جھوٹ پر متفق ہو جانا محال ہو۔

★ سند کے ہر مرحلہ میں (ابتداء سے انتہا تک) رواۃ کی تعداد چار سے کم نہ ہو۔

★ راوی پر کذب (جھوٹ) کا اتہام نہ ہو۔

★ سننے والے کو اس سے یقینی علم حاصل ہو جائے۔اس میں راوی کے گمان اور عقل و تخیل کو دخل نہ ہو اور راوی کو اپنے بیان پر اطمینان ہو۔بالفاظِ دیگر اس خبر کے حصول کا ذریعہ انسانی حواسِ خمسہ ہوں۔جس میں چکھنا، سونگھنا، چھونا، سننا اور دیکھنا شامل ہیں۔

''خبر متواتر'' کو قطعی صحت کی حامل قرار دیا جاتا ہے اور اس کی سند وغیرہ پر جرح نہیں کی جاتی۔

۲۔ خبر مشہور:

محدثین کی اصطلاح میں خبر مشہور سے مراد وہ حدیث یا روایت ہے جسے بیان کرنے والے تین یا زیادہ افراد ہوں اور یہ تعداد تمام طبقات میں اسی طرح قائم رہے۔

حدیث مشہور کی ایک اور قسم بھی ہے، جس کو مشہور عام کہا جاتا ہے۔یاد رہے کہ ''مشہور'' اس خبر کو بھی کہتے ہیں جو عامۃ الناس

کی زبانوں پر مشہور ہو لیکن متواتر کے حد کو نہ پہنچے۔

۳۔ خبرِ واحد:

خبرِ متواتر کے سوا باقی تمام روایات کو اخبار احاد یا خبرِ واحد کہا جاتا ہے۔ خبرِ واحد وہ حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد کسی مرحلے میں صرف ایک رہ گئی ہو یا جس میں عام توقع کے علاوہ کوئی بات پائی جائے۔ خبرِ واحد کی تین اقسام ہیں؛ خبرِ مشہور، خبرِ عزیز اور خبرِ غریب۔

۴۔ صحیح:

صحیح کی دو اقسام ہیں:

ا۔ صحیح لذاتہٖ: وہ حدیث یا روایت ہے جس کی سند راوی سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک متصل ہو، اس کے تمام راوی عادل اور ضابط ہوں، وہ اپنے جیسے راویوں سے نقل کریں اور یہ کیفیت سند کے شروع سے آخر تک قائم رہے، نیز اس میں کوئی انفرادیت یا کوئی مخفی علت نہ پائی جائے۔

۲۔ صحیح لغیرہٖ: جس کے راوی میں حفظ وضبط کی کمی ہو لیکن اس کو اس طرح یا اس سے قوی دوسری سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہو۔

وہ حدیث یا روایت ہے جس کی سند راوی سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تک متصل ہو، اس کے تمام راوی عادل اور ضابط ہوں، وہ اپنے جیسے راویوں سے نقل کریں اور یہ کیفیت سند کے شروع سے آخر تک قائم رہے، نیز اس میں کوئی انفرادیت یا کوئی مخفی علت نہ پائی جائے۔

۵۔ حسن:

حدیث حسن کی بھی دو اقسام ہیں:

ا۔ حسن لذاتہٖ: جس کی سند متصل ہو اور اس کے راوی عادل ہوں لیکن حفظ وضبط میں کمی ہو اور اس میں انفرادیت اور مخفی علت نہ پائی جائے۔

۲۔ حسن لغیرہٖ: یہ وہ ضعیف حدیث ہوتی ہے جس کے طرق روایت متعدد ہوں اور ضعف راوی فسق و کذب کی وجہ سے نہ ہو۔

۶۔ ضعیف:

جس میں صحیح کے اوصاف نہ پائے جائیں وہ ضعیف ہے مثلاً اس کا راوی ضعیف ہو یا عدالت سے بہرہ ور نہ ہو۔ یا درمیان میں سند کا سلسلہ ٹوٹ جائے یا اس کی سند میں کوئی مخفی علت ہو یا راوی کا حافظہ خراب ہو۔

4. منتخب احادیث (ترجمہ وتشریح)

حدیث نمبرا:

عَنْ عَبْدِاللّٰه (رَضِی اللّٰهُ عَنْهُ) سَأَلْتُ النَّبِیَّ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ) أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَی اللّٰهِ؟ قَالَ: الصَّلٰوةُ عَلٰی وَقْتِهَا. قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ. قَالَ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ. قَالَ حَدَّثَنِیْ بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهٗ لَزَادَنِیْ.

(البخاری: کتاب الأدب)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا، پھر پوچھا، اس کے بعد، فرمایا والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا، پوچھا اس کے بعد، فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ تفصیل بتائی اور اگر میں اور سوالات کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور بھی بتلا دیتے۔

تشریح:

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اعمال کے بارے میں بتایا گیا ہے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے نزدیک درج ذیل پسندیدہ اعمال کا ذکر کیا ہے۔

ا۔وقت پر نماز کی ادائیگی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت پر نماز کی ادائیگی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ترین عمل قرار دیا ہے۔ اسلامی عبادات میں نماز کو بہت اہمیت حاصل ہے۔یہ اسلام کا ایسا رکن ہے جو ہر مسلمان پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت، امیر ہو یا غریب، ہر حالت میں فرض ہے خواہ انسان تندرست ہو یا بیمار، کمزور ہو یا طاقتور، مقیم ہو یا مسافر، حالتِ جنگ میں ہو یا امن میں، غرض آدمی کے ہوش وحواس جب تک قائم رہتے ہیں، اس پر نماز فرض ہے؟

۲۔والدین کے ساتھ حسنِ سلوک:

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوسرا پسندیدہ ترین عمل والدین (یعنی ماں اور باپ) سے حسنِ سلوک کو قرار دیا گیا ہے۔والدین اس دنیا میں اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہوتے ہیں۔ایک اور حدیث میں ماں کی فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ "جنت ماں کے قدموں تلے ہے"۔اسی طرح باپ کی فضیلت کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جس نے اپنے باپ کے چہرے کی طرف پیار سے دیکھا، اسے ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا"۔ایک اور حدیث میں ماں اور باپ کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو پایا اور ان کی خدمت کر کے اپنے لیے جنت واجب نہ کرالی۔

جہاد فی سبیل اللہ:

اس حدیث میں تیسرا پسندیدہ ترین عمل جہاد فی سبیل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کو قرار دیا گیا ہے۔اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔"جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق پا رہے ہیں مگر تمہیں اس کا شعور نہیں"۔اس آیتِ مبارکہ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں اور اس میں شہید ہونے والوں کے مقام کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حدیث نمبر۲:

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ) اَلاَ اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ؟ قُلْنَا: بَلٰی یَا رَسُولَ اللّٰہِ قَالَ: اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ: اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ یَقُوْلُھَا حَتّٰی قُلْتُ لَا یَسْکُتُ.

(البخاری: کتاب الأدب)

ترجمہ:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا ضرور بتایئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے، اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا آگاہ ہو جاؤ جھوٹی گواہی بھی اور جھوٹی بات بھی (سب سے بڑے گناہ ہیں) آگاہ ہو جاؤ جھوٹی گواہی بھی اور جھوٹی بات بھی۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے مسلسل دہراتے رہے اور یہاں تک کہ میں نے سوچا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش نہیں ہوں گے۔

تشریح:

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو سب سے بڑے گناہ کے بارے میں بتایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے، یعنی شرک گناہِ کبیرہ ہے۔
دوسرا سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے۔والدین اس دنیا میں اولاد کے لیے سب سے بڑی نعمت ہیں۔والدین کی ہر جائز بات ماننے کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے، والدین کی خدمت میں اللہ تعالیٰ نے جنت رکھی ہے۔اسی طرح دوسری طرف والدین کی جائز باتوں میں نافرمانی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے گویا والدین کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تیسرا سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے۔ جھوٹ بولنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے اور وہ دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے انسان کو دس مزید جھوٹ بولنے پڑتے ہیں اور اس طرح جھوٹ بولتے بولتے انسان جھوٹ کی دلدل میں پھنستا جاتا ہے جس کا نتیجہ آخرکار جہنم کی صورت میں نکلتا ہے۔

حدیث نمبر ۳:

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) قَالَ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) يَقُوْلُ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ. (البخاری:کتاب الأدب)

ترجمہ:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

تشریح:

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قطع رحمی کرنے اور دوسروں سے تعلق توڑنے والے شخص کے متعلق بتایا ہے کہ وہ شخص کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایسا شخص جو دوسروں سے قطع تعلق کرلے تو ایسے شخص کو ایک اسلامی معاشرے میں نہایت برا خیال کیا جاتا ہے۔ ایسا شخص اپنی دولت، امارت، حسب ونسب یا کسی اور وجہ سے غرور میں دوسروں سے اپنا تعلق جوڑنا نہیں چاہتا اور اگر وہ تعلق جوڑتا ہے تو صرف ان لوگوں سے جو حسب ونسب، مال و دولت اور امارت میں اس کے ہم پلہ ہوں، وہ غریبوں کو انتہائی حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، ایسے شخص کے متعلق ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

NOT FOR SALE

حدیث نمبر ۴:

عَنْ عَائِشَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا) زَوْجِ النَّبِيِّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم) عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الرَّحِمُ شِجْنَةٌ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ.

(البخاری:کتاب الأدب)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رحم (رشتہ داری، رحمٰن سے ملی ہوئی) شاخ ہے۔ جو شخص اس سے ملے، میں اس سے ملتا ہوں اور جو اس سے قطع تعلق کرے میں اس سے قطع تعلق کرتا ہوں۔

تشریح:

اس حدیثِ مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشتہ داری کے متعلق فرمایا کہ رشتہ داری اور دوسروں سے تعلق رکھنا اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ کام ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے رشتہ داروں اور دوسروں سے تعلق رکھتا ہے تو اس شخص سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا کہ میں اسی شخص سے تعلق رکھتا ہوں جو اپنے رشتہ داروں اور احباب سے تعلق رکھتا ہے اور جو شخص اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب سے تعلق قطع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے اور میں بھی اس سے لاتعلقی کا اظہار کرتا ہوں۔

حدیث نمبر ۵:

عَنْ صَفْوَانَ بْنَ سُلَيْمٍ يَرْفَعُهُ اِلَى النَّبِيِّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) قَالَ: السَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ كَالَّذِيْ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ. (البخاری: کتاب الأدب)

NOT FOR SALE

ترجمہ:

حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیواؤں اور مسکینوں کے لیے کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح ہے جو دن میں روزے رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے۔

تشریح:

اس حدیث میں بیواؤں اور مسکینوں کے حقوق کے لیے کوشش کرنے والوں کے اجر وثواب کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ جو لوگ بیواؤں، مسکینوں اور یتیموں کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں ان کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کی راہ میں یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں سب سے بڑی عبادت یعنی جہاد کرنے والے کی طرح ہیں، یا وہ ان نیک افراد کی مانند ہیں جو دن اور رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے اجر ومقام کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر پسندیدہ ہوں گے۔ ایک اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیسرا پسندیدہ ترین عمل قرار دیا گیا ہے، جس سے اس شخص کے اجر وثواب کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو حقوق العباد خاص طور پر بیواؤں، مسکینوں اور یتیموں کے حقوق کا خیال رکھتا ہو۔

حدیث نمبر ۶:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِک (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) عَنِ النَّبِیِّ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ) قَالَ: مَامِنْ مُسْلِمٍ غَرَسَ غَرْسًا فَأَكَلَ مِنْهُ إِنْسَانٌ أَوْ دَآبَّةٌ" إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ.

(البخاری: کتاب الأدب)

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی مسلمان کسی

NOT FOR SALE

درخت کا پودا لگاتا ہے اور اس درخت سے کوئی انسان یا جانور کھاتا ہے تو لگانے والے کے لیے وہ صدقہ ہوتا ہے۔

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں درخت لگانے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی بندہ سر راہ کوئی درخت لگا دے خواہ وہ کسی بھی چیز کا ہو اور کسی دوسرے شخص کو اس سے کوئی فائدہ پہنچے، مثلاً کوئی شخص اس درخت کا پھل کھائے یا کڑی دھوپ میں اس کی چھاؤں میں بیٹھے اور آرام کرے تو یہ اس لگانے والے شخص کے لیے صدقہ ہوگا، یعنی جب تک وہ درخت لگا رہے گا اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے، اس کی چھاؤں میں بیٹھتے رہیں گے، اس کا پھل کھاتے رہیں گے تو تب تک اس لگانے والے شخص کو ثواب ملتا رہے گا

حدیث نمبر ۷:

عَنْ اَبِی هُرَیْرہ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ) مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ.

(البخاری: کتاب الأدب)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر مدارت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ اچھی بات کہے یا چپ رہے۔

تشریح:

درج بالا حدیث میں تین باتوں کی نصیحت کی گئی ہے۔

NOT FOR SALE

CamScanner

CamScanner

۱۔ پڑوسیوں کی عزت: پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر مومن اپنے پڑوسی کی عزت کرے۔اس میں حسنِ سلوک، خوش اخلاقی اور ہمدردی سب شامل ہیں۔ پڑوسی کو ستایا نہ جائے۔اس کے ظلم وتعدی کو برداشت کیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام مجھ کو پڑوسی کے بارے میں اس قدر تاکید کرتے رہے کہ میں نے سوچا کہ پڑوسی کو وارث قرار دے دیں گے۔ایک خاتون روزہ رکھتی اور رات کو تہجد پڑھتی تھیں مگر اپنے پڑوسیوں کو ستاتی تھیں۔آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں جائے گی۔(مشکوٰۃ)

۲۔مہمان کی خاطر مدارت: اس حدیث میں دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ مہمان کی عزت افزائی اور خاطر مدارت کی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بذاتِ خود مہمان کی عزت کیا کرتے تھے اور اس کی ناگوار باتوں پر بھی ناراض نہیں ہوتے تھے۔

۳۔خاموشی کی فضیلت: آخری بات یہ ہے کہ جو شخص کامل ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ غیر ضروری اور بیہودہ گفتگو نہ کرے۔ غیر ضروری گفتگو سے خاموشی بدرجہا بہتر ہے۔اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق انسان جو کچھ بولتا ہے فرشتے اس کو اس کے نامۂ اعمال میں لکھتے جاتے ہیں۔لہٰذا انسان ہر لفظ کے لیے بارگاہِ ربانی میں جوابدہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۝ (سورہ ق:۱۸)

"وہ (انسان) جو لفظ بولتا ہے اس کے پاس ایک محافظ تیار ہوتا ہے"۔

حدیث میں ذکر کردہ تینوں باتیں بظاہر معمولی نظر آتی ہیں لیکن مجلسی آداب اور معاشرتی اخلاق کے اعتبار سے ان تینوں باتوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ہمسائے کی عزت کرنے والے کو معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور جس شخص کو اپنی زبان پر قابو ہوگا وہ اپنے وقار اور عزت وشرافت کو محفوظ رکھ سکے گا۔اسی طرح مہمان کی خاطر داری کرنے والا لوگوں میں نیک نامی حاصل کرتا ہے اور آخرت میں اجروثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

حدیث نمبر۸:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا) عَنِ النَّبِيِّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ) قَالَ: "كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ". (البخاری: کتاب الأدب)

ترجمہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نیک کام صدقہ ہے۔

تشریح:

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو نیکی کی تلقین کی ہے اور اس انداز میں کی ہے کہ ہر نیکی اور نیک کام چاہے وہ جو بھی ہو، اسے صدقہ قرار دیا ہے۔ہمیں خود بھی نیکیاں کرنی چاہئیں اور دوسروں کو بھی نیکی کی ترغیب دلانی چاہیے، اسی طرح ہمیں خود بھی برائی سے بچنا چاہیے اور دوسروں کو بھی برائی سے بچنے کی تلقین کرنی چاہیے۔قرآن مجید میں ہمیں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو امتِ وسط کہا گیا ہے اور اس کی سب سے بڑی خصوصیت اور اعزاز یہ بتایا گیا ہے کہ "امر بالمعروف اور نهی عن المنكر" پر عمل کرتے ہیں یعنی لوگوں کو برائی سے روکتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے ہیں۔اس حدیث میں بھی آپؐ نے ہمیں نیکی کی ترغیب دی ہے تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ نیکیاں کریں اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرلیں۔

حدیث نمبر۹:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ): يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا: وَمَا الْهَرْجُ؟ قَالَ اَلْقَتْلُ اَلْقَتْلُ. (البخاری: کتاب الفتن)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ جلدی جلدی گزر جائے گا اور عمل دنیا میں کم ہوجائے گا اور دلوں میں بخل سا جائے گا اور "ہرج" کی کثرت ہوجائے گی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ "ہرج" کیا ہے؟ فرمایا قتل، خون ریزی۔

CamScanner

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مندرجہ ذیل چار چیزوں کے بارے میں پیشن گوئی فرمائی ہے۔

۱۔ وقت (زمانہ) جلدی جلدی گزر جائے گا۔

۲۔ دین کے عمل کو کم اہمیت دی جائے گی۔

۳۔ لوگوں کے دلوں میں سخاوت ختم ہو جائے گی اور بخل بڑھ جائے گا۔

۴۔ دنیا میں لڑائی جھگڑے، قتل وغارت اور خوں ریزی بڑھ جائے گی۔

اگر ہم مندرجہ بالا چاروں علامتوں پر غور کریں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ موجودہ دور ہی اس حدیثِ مبارکہ کا مفہوم پیش کرتا ہے۔ اردگرد معاشرے اور ماحول پر غور کریں تو ہر کوئی اس بات کا گلا کرتا نظر آتا ہے کہ وقت (زمانے) میں برکت نہیں رہی۔ وقت بہت تیزی سے گزر رہا ہے۔ سالوں پرانی باتیں یا چیزیں ابھی بہت قریبی دور کی معلوم ہوتی ہیں۔

دوسری علامت عمل کی اہمیت کا کم ہونا بیان کیا گیا ہے۔ یہ بات آج کل بہت عام ہے کہ لوگ اپنی معلومات میں اضافہ کی طرف توجہ تو دیتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں لیکن بہت کم عمل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جب کہ اہم چیز عمل ہے نہ کہ محض معلومات میں اضافہ۔

ہمارے اسلاف مہمان نوازی، فیاضی اور سخاوت کا منہ بولتا ثبوت تھے لیکن آج ہمارے دلوں میں دوسروں کی فلاح و بہبود، رفاہِ عامہ اور عزیز واقرباء کی دلجوئی ناپید ہو چکی ہے۔ دینِ اسلام مال جمع کرنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے مگر ہم پھر بھی مال جمع کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

چوتھی علامت قتل وغارت اور لڑائی جھگڑے کی ہے۔ دنیا کا آرام وسکون انہی نام نہاد تنازعات اور قتل وغارت کی نذر ہو گیا ہے۔ ہمیں بطور مسلمان اس حدیثِ مبارکہ میں بیان کی گئی علامات پر عمل پیرا ہونے سے گریز کرنا چاہیئے تاکہ مسلمانوں کی زندگیاں غیر مسلموں کے لیے نمونہ ثابت ہوں اور یہ دنیا جنت کا نظارہ پیش کرے۔

حدیث نمبر۱۰:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ: النَّبِيُّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

وَسَلَّمَ) لَا يَجِدُ اَحَدٌ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ وَحَتّٰى اَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ وَ حَتّٰى يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا۔

(البخاری کتاب الأدب)

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کوئی شخص ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک وہ کسی شخص سے محبت کرے تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کرے اور اس کو آگ میں ڈالا جانا پسند ہو لیکن ایمان کے بعد کفر میں جانا اسے پسند نہ ہو اور جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے سوا دوسری تمام چیزوں کے مقابلے میں زیادہ محبت نہ ہو۔

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کو موضوع بنایا گیا ہے کہ جب تک انسان مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرے، اس کی ہر پسند کو اپنی پسند اور اس کی ہر ناپسند کو اپنی ناپسند نہ بنا لے، اسے یہ بات پسند ہو کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے مگر اسے یہ پسند نہ ہو کہ وہ ایک دفعہ مسلمان ہو جانے کے بعد دوبارہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو۔ ایک پکا، سچا مومن ہونے کی دوسری شرط یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اس دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ، حتیٰ کہ اپنی جان، مال، اولاد، غرضیکہ ہر چیز سے زیادہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرے۔

حدیث نمبر۱۱:

عَنْ حُذَيْفَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) سَمِعْتُ النَّبِيَّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ۔ (البخاری: کتاب الأدب)

ترجمہ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

تشریح:

اس حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چغل خور کا انجام بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ چغلی کرنا گناہِ کبیرہ میں سے ایک ہے۔ یہ معاشرے کی ایک ایسی برائی ہے جس سے معاشرے میں فساد اور لڑائی جھگڑے پھیلتے ہیں۔ جو بالآخر معاشرے کو تباہی کی طرف دھکیلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے غیبت کو حرام قرار دیا ہے اور اس سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ ایک اور حدیثِ پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے جیسا قبیح اور برا فعل قرار دیا ہے۔ اس دنیا میں کون ہوگا جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ یقیناً ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں چاہے گا۔ اسی طرح ہمیں چغلی سے بھی بچنا چاہیئے۔

حدیث نمبر۱۲:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ (رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ) قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ) تَجِدُ مِنْ شَرِّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللّٰهِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِیْ يَأْتِیْ هٰؤُلَآءِ بِوَجْهٍ وَّهٰؤُلَآءِ بِوَجْهٍ. (البخاری: کتاب الأدب)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کو سب سے زیادہ بدتر پاؤ گے جو کچھ لوگوں کے سامنے ایک رخ سے آتا ہے اور کچھ کے سامنے دوسرے

رخ سے جاتا ہے۔

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں منافقت اور منافق کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ منافق کا حال قیامت کے دن سب سے زیادہ برا ہوگا۔ منافقت کسی معاشرے کا ایک بڑا روگ ہے۔ اس سے وہ معاشرہ اور اس کے لوگ دوسروں کے سامنے ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ منافق آدمی کی منافقت یہ ظاہر کرتی ہے کہ اس شخص کے دل میں کوئی خلوص نہیں بلکہ وہ ایک خودغرض انسان ہے۔ منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔ قرآن مجید میں منافقوں کے مقام کے لیے درک کا لفظ آیا ہے۔ عربی میں اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی سیڑھی اتر رہا ہو تو سیڑھی کا ہر نچلا پایا درک کہلاتا ہے۔ یعنی منافق شخص انسانیت اور زندگی کی سیڑھی پر مسلسل ذلت وپستی کی طرف ہی سفر کرتا رہتا ہے اور اپنی پستی کے اس سفر کی بنا پر آخرت میں جہنم کے سب سے نچلے درجے میں پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کی اس پستی سے اپنی پناہ میں رکھے۔

حدیث نمبر۱۳:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهُ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ) قَالَ: لَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَّلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ. (البخاری: کتاب الأدب)

ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ سلام کلام چھوڑ کر رہے۔

CS CamScanner

تشریح:

اس حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو کچھ نصیحتیں کیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

مسلمانوں کو اپنے کسی بھائی کی بات پر اپنے دل میں بغض وعناد نہیں رکھنا چاہیئے اور اپنے مسلمان بھائیوں کی بات کا برا نہیں منانا چاہیئے۔ اگر کسی معاشرے میں مسلمان اپنے کسی دوسرے مسلمان بھائی کے لیے اپنے دل میں بغض وعناد رکھے گا تو وہ معاشرہ قائم نہیں رہ سکے گا۔

دوسرا یہ کہ ہمیں کسی دوسرے مسلمان بھائی کی کوئی اچھی چیز دیکھ کر حسد نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسی طرح اپنی نعمت عطا فرمائے۔

تیسری نصیحت حضور نبی کریم نے یہ فرمائی ہے کہ ہمیں پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہیں کرنی چاہیئے۔ کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا بہت برا فعل ہے۔ اسلام میں اس کام کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے بھی زیادہ برا کام قرار دیا ہے اور اس کی سختی سے ممانعت کی ہے۔

اس حدیث میں چوتھی نصیحت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے یہ کی ہے کہ ہمیں آپس میں بھائی بھائی بن کے رہنا چاہیئے اسی سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں میں شمار ہو سکتے ہیں۔

اس حدیث میں آخری نصیحت یہ کی گئی ہے کہ اگر کوئی سے دو مسلمانوں کے درمیان کسی بات پہ جھگڑا ہو جائے اور وہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرلیں تو دونوں میں سے کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ آپس میں قطع تعلق کیے رکھیں۔

حدیث نمبر ۱۴:

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَر (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا) أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) قَالَ: أَیُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِیْہِ یَا کَافِرُ فَقَدْ بَآءَ بِھَا اَحَدُ ھُمَا.

(البخاری، کتاب الأدب)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بھی اپنے کسی بھائی کو کہا اے کافر! تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہو گیا۔

تشریح:

اس حدیثِ مبارکہ میں نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے عہدِ حاضر کے ایک بڑے فتنے کا سد باب کر دیا ہے۔ یعنی یہ فرما دیا کہ کسی مسلمان کے لیے یہ بات ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ وہ اپنے کسی دوسرے مسلمان بھائی کو اس کی کسی غلطی، کوتاہی یا گناہ کی وجہ سے اسے کافر قرار دے دے۔ جیسا کہ اس دور میں یہ بات زبان زد عام ہو گئی ہے کہ فلاں گروہ، فرقہ یا قوم، مخصوص عقیدے یا رائے کی بنا پر دائرہ اسلام سے خارج ہو گئی ہے۔ ایک گروہ یا فرقہ دوسرے پر اسی طرح کے الزامات کی بوچھاڑ کیے رکھتا ہے اور اپنے دوسرے کلمہ گو بھائی کو کافر قرار دے دیتا ہے۔ اس حدیثِ مبارکہ کی رو سے دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ یا فرقہ کافر ہو جائے گا۔

یہ بہت نازک معاملہ ہے۔ تمام کلمہ گو مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ صبر وتحمل، بردباری اور عفو ودرگزر سے کام لیں اور متنازع مسائل اور رجحانات پر اسلامی نکتہ نظر کے مطابق باہم مشاورت کریں اور ایک دوسرے پر فتوے لاگو کرنے سے گریز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو۔

حدیث نمبر ۱۵:

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) إِنَّ مِمَّا أَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ کَلَامِ النُّبُوَّۃِ الْأُولٰی إِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ.

(البخاری، کتاب الأدب)

ترجمہ:

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں نے سابقہ انبیاء علیہم السلام کے کلام سے جو چیزیں حاصل کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب تو شرم محسوس نہ کرے تو جو تیرا جی چاہے کر۔

تشریح:

اس حدیث میں حیاء کی تلقین کی گئی ہے۔ حیا ایسے جذبے کو کہتے ہیں جو دل کے اس احساس سے کروٹ لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر و باطن کو دیکھ رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان نیک کاموں کی جانب راغب ہوتا اور برے کاموں سے نفرت کرتا ہے۔ حیاء کے جامع اور ہمہ گیر فوائد کے پیشِ نظر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء کا حکم سابقہ شریعتوں میں موجود تھا ہر شریعت میں اس پر بڑا زور دیا گیا تھا۔ حیاء انسان کو مجبور کرتی ہے کہ دین و اخلاق کی سب پابندیوں کو قبول کرے اور ان پر عمل پیرا ہو۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تہذیب و شرافت اور انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مسلمان حیاء دار بن جائے شرم و حیاء برائیوں سے روکتی ہے بے حیاء اور بے شرم آدمی معاشرے میں کسی قانونی بندش کو تسلیم نہیں کرتا۔ اسی لیے فرمایا کہ بے حیائی سے اجتناب کرنا چاہیے تا کہ معاشرے میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔ حیاء کو اخلاق میں بنیادی حیثیت حاصل ہے اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے ایمان کا حصہ قرار دیا۔ جب انسان میں شرم و حیاء کا جذبہ باقی نہ رہے تو اس سے کسی نیکی اور بھلائی کی امید نہیں کی جا سکتی۔

حدیث نمبر ۱۶:

عَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ نِ الْکَعْبِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهُ جَائِزَتُهُ یَوْمٌ وَلَیْلَةٌ" وَالضِّیَافَةُ ثَلاثَةُ أَیَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِکَ فَهُوَ صَدَقَةٌ" وَلَا یَحِلُّ لَهُ أَنْ یَثْوِیَ عِنْدَهُ حَتّٰی یُحْرِجَهُ.

(البخاری: کتاب الأدب)

ترجمہ:

حضرت ابو شریح کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کی عزت کرنا چاہیئے۔ اس کی خاطر داری بس ایک دن اور رات کی ہے اور مہمان نوازی تین دن اور راتوں کی اور اس کے بعد جو ہے وہ صدقہ ہے اور مہمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے میزبان کے پاس اتنے دن ٹھہر جائے کہ اسے تنگ کر ڈالے۔

تشریح:

اس حدیث میں مہمان نوازی کے بارے میں ہمارے لیے احکام موجود ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ہمیں مہمان نوازی کا روشن پہلو ملتا ہے۔ آپ ؑخود بھی مہمانوں کی حتی المقدور مہمان نوازی اور آؤ بھگت کیا کرتے تھے۔ آپ ؑاپنے مہمان کی ہر طرح سے خاطر مدارت کیا کرتے تھے اور کھانے کے لیے بار بار اصرار کرتے تھے۔

مہمان نوازی کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ مہمان کی خدمت اور آؤ بھگت کرے۔ مہمان سے خندہ پیشانی سے ملے۔ مکان میں ٹھہرائے، جس قدر ہو سکے عمدہ اور حلال کھانا کھلائے، حال احوال پوچھے۔ مہمان داری کا حق تین دن ہے اس سے زیادہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا مزید اجر ہے۔''

حدیث نمبر ۱۷:

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا) عَنِ النَّبِیِّ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ) قَالَ: الْغَادِرُ یُرْفَعُ لَهُ لِوَاء" یَوْمَ الْقِیَامَةِ یُقَالُ هٰذِہٖ غَدْرَةُ فُلَانَ ابْنِ فُلَانَ.

(البخاری: کتاب الأدب)

ترجمہ:

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عہد توڑنے والے کے لیے قیامت میں ایک جھنڈا اٹھایا جائے گا اور پکارا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی دغابازی کا نشان ہے۔

تشریح:

اس حدیث میں وعدہ یا عہد توڑنے والے کی برائی بیان کی گئی ہے۔ وعدہ کر کے وعدہ خلافی کرنا بڑی برائی اور جھوٹ ہے۔ وعدہ خلافی کرنے سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے۔ ریاکار، دھوکہ باز اور مطلب پرست شخص کے اندر منافقت پیدا ہو جاتی

ہے اور اس کے اندر وسوسے داخل ہو جاتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں آدم زاد جو فرشتوں کا مسجود ہے دوسروں کا محکوم بن جاتا ہے۔ وعدہ خلافی کرنے والے کو لوگ جھوٹا خیال کرتے ہیں اور اس سے دور ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ توڑنے والے کا قیامت کے دن سب کے سامنے اعلان کیا جائے گا۔

حدیث نمبر ۱۸:

عَنۡ اَبِیۡ عَبۡدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہِ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ): ثَلاثٌ مَنۡ لَمۡ يَكُنۡ فِيۡهِ لَمۡ يَتِمَّ لَهُ عَمَلٌ: وَرَعٌ يَحۡجُزُهُ عَنۡ مَعَاصِي اللّٰهِ وَ خُلُقٌ يُدَارِيۡ بِهِ النَّاسَ وَحِلۡمٌ يَرُدُّ بِهٖ جَهۡلَ الۡجَاهِلِ.

(الكليني: اصول الكافئ، كتاب الايمان و الكفر)

ترجمہ:

ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر وہ کسی میں نہ ہوں تو اس کا کوئی عمل مکمل نہیں ہوتا۔ پرہیزگاری (تقویٰ) جو اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچائے۔ اچھے اخلاق کہ جن سے لوگوں سے معاملہ کرے اور بردباری کہ جس سے جاہلوں کی جاہلیت کا جواب دے۔

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کسی عمل کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول بنانے کے لیے تین بنیادی باتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں پہلی بات یہ ہے کہ انسان متقی (تقویٰ والا) اور پرہیزگار ہونا چاہیئے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سب انسان برابر ہیں مگر خطبہ حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دیا ہے کہ فضیلت اور برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہونا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ تقویٰ اور پرہیزگاری میں خود کو دوسروں سے آگے کرلے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ بن جائے گا اور اس کا ہر عمل مقبول ہوگا۔

دوسری بات اس حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ انسان کے اخلاق اچھے ہونے چاہئیں۔ اچھے اخلاق کسی انسان کی معاشرے میں رہتے ہوئے سب سے بڑی خاصیت ہوتی ہے۔ اس انسان کو سبھی پسند کرتے ہیں جو دوسروں سے اچھے اخلاق سے پیش آتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ارشاد ہے کہ مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔ دوسروں سے اچھے اخلاق سے پیش آنے والے سے اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتا ہے، نتیجتاً اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو بھی قبولیت بخش دیتا ہے۔

اس حدیث میں تیسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ انسان کو بردبار اور عفو در گزر کرنے والا ہونا چاہیئے کیوں کہ جس معاشرے میں ہم رہتے ہیں وہاں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، جن میں کچھ کم عقل بھی ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسے لوگوں سے برتاؤ کرنے کے لیے انسان میں بردباری کی خاصیت بھی ہونی چاہیئے تاکہ وہ ایسے لوگوں سے بھی اچھی طرح سے برتاؤ کر سکے۔

حدیث نمبر ۱۹:

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ):

نِعۡمَ وَزِيۡرُ الۡإِيۡمَانِ الۡعِلۡمُ، وَنِعۡمَ وَزِيۡرُ الۡعِلۡمِ الۡحِلۡمُ، وَنِعۡمَ وَزِيۡرُ الۡحِلۡمِ الرِّفۡقُ، وَنِعۡمَ وَزِيۡرُ الرِّفۡقِ الصَّبۡرُ.

(نفس المرجع: كتاب فضل العلم)

ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایمان کا بہترین وزیر (معاون) علم ہے اور علم کا بہترین وزیر بردباری ہے اور بردباری کا بہترین وزیر نرمی ہے اور نرمی کا بہترین وزیر صبر ہے۔

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان کی پختگی اور سچائی والے اعمال کو بڑی صراحت سے بیان فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کو ایمان کا بہترین مددگار بیان فرمایا ہے یعنی نفع بخش علم ایمان اور یقین کو تقویت پہنچاتا ہے۔ اسی طرح حلم یعنی بردباری ایک ایسی خوبی ہے جو مومن کی شان ہے اور اس کو علم کے حصول کا زینہ قرار دیا گیا ہے۔ مزید ارشاد

گرامی ہے کہ بردباری کے لیے نرم خوئی اور بہتر اخلاق بہت ضروری ہے۔اس حدیثِ مبارکہ کے آخر میں صبر و تحمل اور برداشت کو نرمی کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ الغرض یہ حدیثِ مبارکہ ان تمام اخلاقِ حسنہ کی تاکید کرتی ہے جو کہ ایمان کامل کے لیے ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۰:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم) فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْعِلْمُ؟ قَالَ: اَلْاِنْصَاتُ قَالَ: ثُمَّ مَا؟ قَالَ: اَلْاِسْتِمَاعُ، قَالَ: ثُمَّ مَا؟ قَالَ: اَلْحِفْظُ، قَالَ: ثُمَّ مَا؟ قَالَ الْعَمَلُ بِهٖ، ثُمَّ مَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: نَشْرُهٗ.

(نفس المرجع و نفس الصفحة)

ترجمہ:

ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! علم کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: خاموشی۔ اس نے کہا پھر کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: غور سے سننا اُس نے کہا پھر کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یاد رکھنا اس نے کہا پھر کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس پر عمل کرنا۔ اس نے کہا پھر کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو پھیلانا۔

تشریح:

اس حدیثِ مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ اسلام نے بھی حصول علم کو بہت اہمیت دی ہے۔ قرآنِ حکیم نے ہمیں بتایا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو علمی برتری کی وجہ سے زمین پر خلافت کا منصب عطا کیا گیا۔ اہلِ علم اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند درجات پر فائز ہوں گے اور اہلِ علم اور جاہل کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حصولِ علم کو ہر مسلمان کے لیے فرض قرار دیا ہے اور بتایا کہ علم کی بات مومن کا متاع ہے، جہاں سے ملے اسے لے لینا چاہیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کے لیے سفر کرنے والے کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ عرب کا وہ خطہ جو جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا، آپ نے چند سالوں میں وہاں تعلیم عام فرما دی۔ بدر کے قیدیوں کے لیے یہ فدیہ مقرر فرمایا کہ اگر وہ دس بچوں کو پڑھنا اور لکھنا سکھا دیں گے تو انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں صفہ کی درسگاہ بنائی گئی جہاں ہر وقت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت حصولِ علم میں مصروف رہتی تھی۔

حدیث نمبر ۲۱:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم: طُوْبٰى لِمَنْ حَسَّنَ مَعَ النَّاسِ خُلُقَهٗ، وَ بَذَلَ لَهُمْ مَعُوْنَتَهٗ، وَعَدَلَ مِنْهُمْ شَرَّهٗ.

(الروضة من الكافي. وصايا النبيّ لأصحابه)

ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، خوشخبری ہے اس کے لیے جو لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آتا ہے اور جو لوگوں کی مدد میں اپنی کوشش صرف کرتا ہے اور اپنے شر کو لوگوں سے دور رکھتا ہے (یعنی لوگوں کو ایذا نہیں دیتا)۔

تشریح:

اس حدیثِ مبارکہ میں نبی کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس شخص کے لیے خوشخبری کا اعلان کیا ہے جو لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتا ہے۔ حسن خلق یعنی لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق اور سلوک سے پیش آنا ایک ایسی صفت ہے کہ جس شخص میں یہ صفت ہو اسے معاشرے میں اچھا خیال کیا جاتا ہے اور اس کی عزت کی جاتی ہے اور اسے دوسرے لوگوں سے بہتر خیال کیا جاتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی پسندیدہ ٹھہرتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے تو ایسے شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اجرِ عظیم کی خوشخبری دی ہے۔

اس کے علاوہ وہ شخص جو لوگوں کی مدد کرتا ہے اور اس کوشش میں اپنی پوری طاقت صرف کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر اور اپنی بری باتوں سے محفوظ رکھتا ہے تو ایسے شخص سے بھی اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور نبی کریم نے اس شخص کے لیے بھی اجر عظیم کی خوشخبری دی ہے۔

حدیث نمبر۲۲:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ فَقَدْ طَابَ مَكْسَبُهُ، إِذَا اشْتَرَى لَمْ يَعِبْ، وَإِذَا بَاعَ لَمْ يَحْمَدْ، وَلَا يُدَلِّسْ، وَفِيْمَا بَيْنَ ذٰلِكَ لَا يَحْلِفْ.

(الفروع من الكافي، كتاب المعيشة، باب آداب التجارة)

ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں ایسی ہیں جو کسی میں ہوں تو اس کی کمائی پاکیزہ ہو جاتی ہے۔ جب کوئی چیز خریدے تو اس میں عیب نہ نکالے اور جب کوئی چیز فروخت کرے تو اس کی (بے جا) تعریف نہ کرے اور دھوکہ (فریب) نہ دے اور اس معاملے (خرید و فروخت) میں قسمیں نہ اٹھائے۔

تشریح:

اس حدیث میں نبی کریم نے امت کو اپنی کمائی کو پاکیزہ کرنے اور اس میں برکت پیدا کرنے کے لیے کچھ باتیں بتائیں ہیں۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص کوئی چیز خریدنے کے لیے بازار جائے تو جو چیز وہ خریدے، اس میں عیب نہ نکالے بلکہ اگر خریدنی ہو تو خرید لے اور اگر نہیں تو وہاں سے خاموشی سے ہٹ جائے۔

دوسری بات یہ کہ اگر کوئی چیز بیچنے لگے تو جو خصوصیات ہوں، صرف وہ سچ سچ بیان کرے نہ کہ اپنی اس چیز کی بے جا تعریف کرے کہ تعریف سن کر لوگ اس کو خرید لیں گے۔

تیسری بات اس حدیث میں ہمیں یہ بتائی گئی ہے کہ جب لوگوں کے ساتھ کوئی معاملہ طے کرو تو اس میں دھوکہ نہ دو بلکہ

صاف اور ستھرا معاملہ طے کرو۔ کوئی ڈھکی چھپی بات نہ کرو بلکہ سچی اور کھری بات کرو کیونکہ سچ بولنے والوں کو اللہ تعالیٰ بھی پسند کرتا ہے۔

آخری بات جو اس حدیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز فروخت کرنے لگے تو اس کے بیچنے میں گاہکوں کے سامنے قسمیں نہ کھائے، کیونکہ ایک اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ "قسم کھانے سے مال تو بک جاتا ہے مگر برکت نہیں رہتی۔" یہ بات اس قسم کے لیے ہے جو سچی ہو۔ لیکن اگر قسم جھوٹی ہو تو ایسے جھوٹے شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے اور جس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، وہ شخص نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی ذلیل و خوار ہوگا۔

حدیث نمبر۲۳:

وَفِي الصَّحِيْحَيْنِ بِالْإِسْنَادِ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا، ثُمَّ لَاذَ مِنِّيْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ: أَأَقْتُلُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَهَا.

(البخاري: كتاب المغازي) (المسلم : كتاب الايمان)

ترجمہ:

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اگر کسی موقع پر میری کسی کافر سے ٹکر ہو جائے اور ہم دونوں ایک دوسرے کو قتل کرنے کی کوشش میں لگ جائیں اور وہ میرے ایک ہاتھ پر تلوار مار کر کاٹ ڈالے، پھر وہ مجھ سے بھاگ کر درخت کی پناہ لے کر کہنے لگے "میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا" تو کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس کے اس اقرار کے بعد پھر بھی میں اسے قتل کر دوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم اسے قتل نہ کرنا، انہوں نے فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ میرا ایک ہاتھ بھی کاٹ چکا ہے۔ اور یہ اقرار

CS CamScanner

میرے ہاتھ کاٹنے کے بعد کیا ہے؟ آپؐ نے پھر بھی یہی فرمایا کہ اسے قتل نہ کرنا، کیونکہ اگر تو نے اسے قتل کر ڈالا تو اسے قتل کرنے سے پہلے جو تمہارا مقام تھا اب وہ اس کا مقام ہوگا اور تمہارا وہ مقام ہوگا جو اس کا مقام اس وقت تھا جب اس نے کلمہ کا اقرار نہیں کیا تھا۔

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں مسلمانوں کے بنیادی حقوق کے بارے میں تاکید کی گئی ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے اور ان کے آپس میں حقوق و فرائض بھی متعین بھی کر دیے ہیں۔ ان حقوق و فرائض کی وجہ سے معاشرے میں نظم و ضبط اور امن و سکون قائم رہ سکتا ہے۔ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ۔۔۔

- اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو اپنے ہاتھ اور زبان سے کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔
- اپنے مسلمان بھائی کے مال پر ناجائز قبضہ نہ کرے۔
- اس کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کرے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں ایک مسلمان کی جان کی قدر و قیمت کی اہمیت بیان کی گئی ہے، یعنی ایک مسلمان بھائی کو قتل کرنا گناہِ کبیرہ میں شامل ہے۔ نبی کریم نے فرمایا "جس نے کسی ایک مسلمان کو قتل کیا تو گویا اس نے ساری انسانیت کو قتل کیا۔ ہمیں چاہیے کہ روزمرہ کے معاملات میں صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیں اور اپنی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو گزند نہ پہنچائیں۔

مشق

سوال نمبر 1۔ درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

الف۔ تدوین حدیث سے کیا مراد ہے؟ عہدِ نبوی میں تدوینِ حدیث پر جامع نوٹ لکھیں۔

ب۔ کتب حدیث "صحیحین" پر جامع نوٹ لکھیں۔

ج۔ کتاب الکافی کے مختلف حصوں کا تعارف کرائیں اور اس کے مختلف حصوں پر روشنی ڈالیں۔

د۔ جہاد فی سبیل اللہ پر حدیث نبوی کی روشنی میں ایک جامع نوٹ تحریر کریں۔

ہ۔ پڑوسیوں کی عزت، مہمان کی خاطر مدارت اور خاموشی کی فضیلت پر رسولؐ اللہ کی احادیث مبارکہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے روشنی ڈالیں۔

سوال نمبر 2۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

الف۔ صحیح بخاری کی اسلام میں کیوں زیادہ اہمیت ہے؟

ب۔ کتاب "تہذیب الاحکام" کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

ج۔ خبرِ مشہور سے کیا مراد ہے؟

د۔ صحیح حدیث کسے کہتے ہیں؟

ہ۔ وقت پر نماز کی ادائیگی کیوں ضروری ہے؟

و۔ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی ضرورت پر ایک حدیث کا ترجمہ قلمبند کریں۔

ز۔ اسلام میں خاموشی اختیار کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

سوال نمبر 3۔ درج ذیل سوالات کے مناسب ترین جواب کا انتخاب کریں۔

الف۔ کس جنگ میں بہت زیادہ حفاظ کرام شہید ہوئے؟

i۔ جنگِ بدر　ii۔ جنگِ احد　iii۔ جنگِ خندق　iv۔ جنگِ یمامہ

ب۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح حدیبیہ کی شرائط لکھوا کر کس کو دی تھیں؟

i۔ سہیل بن عمر رضی اللہ عنہ　ii۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

iii۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ　iv۔ عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ

ج۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے کون سی کتاب لکھی؟

i۔ صحیح بخاری　ii۔ صحیح مسلم　iii۔ سنن ابوداؤد　iv۔ جامع ترمذی